ذ۔ بخاری

تحقیقات و تاثرات

تاریخ و سیاست، شخصیات و سوانح، تجزیہ و تنقید، دینی افکار اور ذاتیات........ یہ وہ پانچ عناوین ہیں جن کے تحت اڑتیس (۳۸) مقالات و مضامین پر مشتمل اس کتاب کی تبویب کی گئی ہے۔ مصنف کتاب ہیں ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی۔ ڈاکٹر صاحب لیبیا اور سعودی عرب کی یونیورسٹیوں میں اسلامی تاریخ و تمدن اور دیگر اسلامی مضامین کی تدریس کا ۲۴ سالہ تجربہ رکھتے ہیں۔ آج کل کراچی میں مقیم ہیں اور سبکدوشی (ریٹائرمنٹ) کی زندگی گزار رہے ہیں۔

کتاب میں شامل مقالات و مضامین، مصنف نے مختلف اوقات میں ملک کے مختلف اخبارات و جرائد کے لیے لکھے تھے۔ موضوعات کا تنوّع اور معلومات کی وسعت پہلی ہی نظر میں قاری کو متاثر کرتی ہے۔ کتاب کے ۵۲۸ صفحات پر پھیلی ہوئی تاریخی، جغرافیائی، لغوی، لسانی، ادبی اور سیاسی معلومات بہت سے قارئین کے لیے "انکشافات" کا درجہ رکھتی ہیں۔ آغازِ کتاب میں تو خصوصاً یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی بھی موضوع پر، کسی بھی عنوان کے تحت لکھتے ہوئے، مصنف نے اتنی ہی محنت اور اتنی ہی کاوش سے کام لیا ہے جتنی ایک کامیاب اور انصاف پسند محقق اور مورّخ سے توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے آگے بڑھیں، ایک خاص ادّعائی آہنگ میں بہت سی ایسی باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ آدمی سناٹے میں آجاتا ہے۔ وہی "پروفیسروں ڈاکٹروں" کی سی باتیں۔ اس سلسلے کا نقطۂ عروج وہ مضمون ہے جس کا عنوان ہے "خلافت معاویہ و یزید پر ایک نظر"۔ مصنف لکھتے ہیں "میں نے دمشق یونیورسٹی میں پڑھا ہے اور کیمبرج سے پی ایچ ڈی کے بعد ۲۴ سال تک عرب یونیورسٹیوں میں اسلامی تاریخ پڑھائی ہے۔ میرے ماخذ اصلی عربی زبان میں ہیں۔ اس ناچیز نے تو عربوں کی عربی زبان درست کی ہے۔ اور خود میری عربی زبان میں نو (۹) تصانیف ہیں۔ تاریخ و سیر پر میرا ماخذ مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" نہیں۔ میں ان تمام امور کو ان کی کتاب سے پہلے سے جانتا ہوں بلکہ میرے پاس بعض وہ ماخذ ہیں جن کا مولانا نے ذکر نہیں کیا۔ میری نظر میں اس (کتاب) کی بڑی قدر ہے۔ مولانا مرحوم نے امیر معاویہؓ کے خلاف جو بعض شواہد پیش کیے ہیں، میرے پاس اس سے زیادہ معتبر اور اہم شواہد ہیں۔ مگر میں امیر معاویہؓ کا صحابی ہونے کی وجہ سے احترام کرتا ہوں۔ اگرچہ ان کا درجہ کبار صحابہ کے برابر نہیں" (ص ۳۰۲)۔ آگے چل کر لکھتے ہیں "مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" ایک مبنی برحق مستند کتاب ہے۔ ان کی دیگر کتابوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں انسان اسلام کے راستے پر آئے" (ص ۳۰۹)۔ آپ نے دیکھا کہ مصنف کس مجبوری و مروت، قربانی و ایثار اور وضع داری و شرافت کے عالم میں حضرت امیر معاویہؓ کا احترام کرتے ہیں۔ اس "بادلِ ناخواستہ" قسم کے

احترام کو ملحوظ رکھ کر، نو صفحات کے اس مضمون میں مصنف نے امیر المومنین، خال المسلمین، کاتب الوحی المبین، مبشر بالخلافۃ الراشدہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر دشنام و الزام، سب و شتم، لعن و طعن اور توہین و تبرا کے تمام تیر پینترے بدل بدل کر چلائے ہیں۔ رافضیت و سبائیت کے زہر میں بجھے ہوئے تیر، جن سے عجم کے ترکش کبھی خالی نہیں رہے۔ یہی تیر اندازی، صاحب "خلافت و ملوکیت" کا خاص فن ہے۔ ڈاکٹر رضوان صاحب نے بھی اس فن میں خاص دستگاہ بہم پہنچائی ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان صاحبانِ فن کا بظاہر ایک ہی مشن ہے اور وہ ہے تجدید سبائیت! مزید افسوس یہ ہے کہ ڈاکٹر رضوان صاحب جیسا بظاہر "کڑے معیار" کا شخص جو مودودی صاحب سمیت متقدمین و متاخرین میں سے (ابن تیمیہؒ، ابن جوزیؒ، خطیب بغدادیؒ سمیت) اچھے اچھوں کی استنادیت و ثقاہت کو حسب ضرورت اپنے "مؤرخانہ فہم" اور "محققانہ شعور" کی روشنی میں جا بجا، موقع بموقع چیلنج کر دیتا ہے، اپنے زیر تذکرہ مضمون کے آغاز ہی میں ایک کتاب کو "بڑی ہی غیر علمی اور بے ہودہ" قرار دے کر، موضوع کتاب پر "بڑی ہی غیر علمی اور بے ہودہ" گفتگو کرتا اور صدیوں کے گھسے پٹے اعتراضات و اتہامات دہراتا چلا جاتا ہے۔ روایت و درایت کے اصول، جرح و تعدیل کے فن اور دیانت و امانت کے تقاضوں سے یکسر بے نیاز ہو کر وہ جو کچھ بھی کہتا ہے، اس پر کبھی جہلِ بسیط کا گمان گزرتا ہے، کبھی جہلِ مرکب کا اور کبھی "جہلِ مکرر" کا! واقعہ یہ ہے کہ زیر تذکرہ مضمون، ڈاکٹر رضوان صاحب کی کتاب کا کمزور ترین بلکہ بے ہودہ ترین مضمون ہے جس میں کوئی نئی بات، نیا استدلال، نیا انکشاف، حتیٰ کہ "نئی جہالت" یا "نئی بے ہودگی" بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔

....

رضوان صاحب کے طرز تحقیق اور طرز استدلال میں کارفرما تضادات کا اندازہ ذیل کے چند اقتباسات سے بھی کیا جاسکتا ہے، جن کو نقل کرتے ہوئے، ہم حتی الامکان تبصرے سے گریز کریں گے۔ وہ لکھتے ہیں

(۱) مشہور حافظ حدیث اور مؤرخ ابوبکر الخطیب البغدادی اہل سنت کے امام شمار کیے جاتے ہیں (ص ۱۵۳)۔ خطیب بغدادی، ذہبی، ابن کثیر وغیرہ محدثین اور وسیع النظر ذمہ دار علماء ہیں (ص ۲۷۱)۔ کوئی شک نہیں کہ وہ (خطیب) ایک عظیم محدث، ناقد اور اسماء رجال کے ماہر اور ان موضوعات پر ایک مایہ ناز مصنف اور محقق ہیں لیکن خطیب پر ناصبیت کا الزام بھی ہے۔ ذہبی نے (ان کی) بعض اخلاقی کمزوریوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے ذکر سے ہم یہاں اعراض کرتے ہیں (ص ۳۴۳)۔ ان کے حافظے کے بارے میں ذہبی نے بعض قدیم محدثین کی رائے نقل کی ہے کہ وہ اچھا نہ تھا۔ اگر ان سے کوئی بات پوچھی جاتی تو وہ کئی دن کے بعد بتاتے اور اگر اصرار اور تقاضا کیا جاتا تو غصے ہوتے اور سخت برہم ہو جاتے تھے۔ انکا حافظہ، ان کی تصانیف جیسا نہیں تھا (ص ۳۴۶)۔

(۲) کہیں ایک حدیث بھی آپ کو یزید تو کیا حضرت معاویہؓ کی منقبت میں بھی نظر نہیں آئے گی۔ جو

احادیث بیان بھی کی جاتی ہیں، انکی تنقید مشہور محدث امام ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب "العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ" میں کی ہے۔ یہ سب ضعیف احادیث ہیں (ص ۳۰۵)۔ ابن الجوزی کثیر التصنیفات تھے لیکن ان کی تصنیفات میں کثرت اغلاط کی نشاندہی، بعد کے مشہور حنبلی مصنفین ابن رجب اور امام ذہبی نے کی ہے اور وجہ یہی لکھی ہے کہ وہ چونکہ بہت زیادہ کتابیں لکھتے تھے، اس لیے ان کو اپنی تصنیفات میں تحقیق و تدقیق کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اس لیے ان کی کتابوں میں بہت سے اوہام اور غلط باتیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ ایک وقت میں کئی تصانیف لکھتے تھے اور دوسرے مصنفین کی علمی حیثیت و تحقیق کے درجہ پر غور کیے بغیر ان سے نقل کرتے تھے۔ ان کا خود یہ قول ہے "انا مرتب ولست بمصنف" (میں مرتب ہوں ہوں مصنف نہیں ہوں) (ص ۱۶۱)۔

(۳) کوئی شک نہیں کہ ابومخنف الازدی الغامدی الکوفی (متوفی ۱۵۷ھ) کا شمار امامی شیعہ میں ہوتا ہے مگر ابو مخنف کی روایات پر ابن سعد، بلاذری، ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بھی اعتماد کیا ہے۔ وہ قدیم شیعوں کے اس زمرہ میں آتا ہے جن کو حافظ ابن حجر فتح الباری کے مقدمہ میں ذکر کرتے ہیں، جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں اور جن کو شاہ عبدالعزیز نے مستند مانا ہے۔ تبرا کرنے والے شیعہ رافضی کہلاتے ہیں (ص ۱۵۳)۔ عبدالراق بن ہمام الصنعانی الیمنی (م ۲۱۱ھ) اپنے معتدل تشیع کے لئے مشہور ہیں لیکن وہ تبرا کرنے والے رافضی نہیں (ص ۴۳۰)۔ شیعہ تو خواہ غالی ہوں، خواہ امامی، حضرات شیخین پر لعن طعن کرتے اور تبرا بھیجتے رہتے ہیں بلکہ چار پانچ صحابہ کو چھوڑ کر باقی سب کو کافر قرار دیتے ہیں (ص ۱۵۸)۔

(۴) امام طبری اور حنابلہ کے ایک بڑے گروہ کے آپس کے تعلقات کشیدہ تھے اور یہ کشیدگی آخر تک قائم رہی۔ شیخ اسلام ذہبی نے حق پسندی کا اظہار کرتے ہوئے حنابلہ کی زیادتی کا ذکر کیا ہے حالانکہ وہ خود بھی حنبلی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ "ابن جریر طبری اور ابن ابی داؤد کے درمیان اختلاف تھا اور دونوں میں سے کوئی، دوسرے کے ساتھ انصاف نہیں کرتا تھا" (ص ۱۷۳)۔ ملاحظہ کیجیے...... شیخ الاسلام تو دو طرفہ زیادتی کا ذکر کررہے ہیں لیکن رضوان صاحب صرف حنابلہ کی زیادتی کے قائل ہیں۔

(۵) متوکل کے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ سلیم العقیدہ خلیفہ تھا۔ اسلام کا سرگرم داعی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی قلمرو میں اسلام پھیلے۔ متوکل نے اپنی دینی حمیت و حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے بہت سے ممتاز ذمیوں کو مسلمان کر لیا تھا، جن میں طبیب و فلسفی ابن ربن تھا۔ نہ صرف یہ، بلکہ اس نے اسی عیسائی نو مسلم عالم سے اسلام کی حقانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک ایسی کتاب لکھوائی جس کو وہی لکھ سکتا تھا جس کی تورات و انجیل پر گہری و عملی نظر ہو، اور خود آیات قرآنی و احادیث سے اس کی مدد کی۔ کوئی شک نہیں کہ عقیدۂ اہل سنت کی قرآن کے بارے میں تجدید و احیاء کے بعد، یہ عمل متوکل کی زندگی کا ایک سنہرا باب ہے، اور کیا عجب ہے، یہی اس کی مغفرت کا سامان بن جائے (ص ۲۶۳)۔ عباسی خلیفہ المتوکل اپنی ناصبیت (اہل بیت سے عداوت) میں مشہور تھا اور اس نے ۲۳۶ھ میں سیدنا

حسینؓ کا مزار کربلا میں کھدوا کر وہاں ہل چلوا دیا تھا اور انکے معتقدین کو سختی کے ساتھ منع کر دیا تھا کہ وہ اس مقام کا رخ نہ کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں متوکل عباسی کے خوف اور ناپاک ارادے سے متاثر ہو کر لوگوں نے حضرت علیؓ کی قبر پر، بلکہ "نجف" جانا ہی ترک کر دیا تھا (ص ۳۵۳)۔

(۶) مولانا مودودی مؤرخ نہیں تھے بلکہ ایک انتہائی گہری نظر رکھنے والے مخلص عالم اور داعی تھے (ص ۳۰۲)۔ مودودی صاحب کے بارے میں مجھے خیال تھا کہ ان کو اموی و عباسی تاریخ کا گہرا علم رہا ہوگا، لیکن معلوم ہوا کہ ان عہود کی تاریخ پر ان کی نظر گہری نہ تھی (ص ۳۱۸)۔ مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" ایک مبنی بر حق مستند کتاب ہے (ص ۳۰۹)۔

....

ایک ضروری بات ہمیں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ "تحقیقات و تأثرات" کے فاضل مصنف عمر بھر معلم رہے ہیں لیکن افسوس کہ ان کا رویہ معلمانہ نہیں ہے۔ طنز و استہزا، تضحیک واستخفاف، طعن و تشنیع، ملامت و تنقیص اور خردہ گیری و تیز گفتاری کے ذریعہ سے کسی کو قائل کرنے کی خواہش اور کوشش ہرگز مستحسن نہیں۔ "تبحر علمی" کا ایسا اظہار جس پر "تکبر علمی" کا گمان ہو، کسی بھی عالم کے شایان شان نہیں۔ اس اعتبار سے بھی یہ کتاب خاصی مایوس کن ہے۔

مصنف نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مسلک کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ "بعض صحیح احادیث کو عجلت میں ضعیف قرار دے دینا" (ص ۱۷۷)۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا ذکر خیر ان الفاظ میں ہوا ہے کہ "ابوالکلام آزاد، ہزار خطیب بے بدل، عظیم مصنف اور صحافی سہی، وہ کہاں کے عربی داں ہو سکتے ہیں کہ جنہوں نے نہ کبھی عربی میں کچھ لکھا اور نہ وہ کوئی ماہر لغت تھے" (ص ۱۴۶)۔ محمود احمد عباسی کو مصنف نے "بد بخت عباسی" کہا ہے (ص ۳۰۴)۔ عباسی کا قصور یہ ہے کہ وہ امام محمد بن جریر الطبری کو شیعہ کہتے ہیں۔ لیکن خود مصنف نے بصراحت لکھا ہے کہ حضرت الامام ابن الجوزیؒ، محدث ابوبکر بن ابی داوٗدؒ (حضرت الامام ابوداوٗدؒ کے فرزند)، ابوبکر محمد بن داوٗد الظاہریؒ اور قاضی ابوبکر ابن العربیؒ (مصنف "احکام القرآن" و "العواصم من القواصم") نے بھی طبری کے شیعہ ہونے کی بات کی ہے (ص ۱۵۱ تا ۱۸۲)۔ کیا یہ سب حضرات بھی (معاذ اللہ) "بد بخت" کہلائیں گے؟ اسی طرح مولانا محمد تقی عثمانی کے سفر نامے "جہان دیدہ" کے حوالہ سے مصنف نے لکھا ہے کہ "مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے مزار کی زیارت کو بڑے ڈرامائی انداز میں بیان کیا ہے" (ص ۳۵۷)۔ مصنف کو مولانا کی تحقیق سے اختلاف ہے لیکن اظہارِ اختلاف کے لیے "ڈرامائی انداز" کی ترکیب قابلِ توجہ ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد پر مصنف کی خصوصی توجہ ہے۔ فرماتے ہیں "ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تو انگریزی طب کا پیشہ چھوڑنے کے بعد اب عالم یا متعالم ہیں" (ص ۳۹۱)۔ "موصوف کے اندر ایک کمپلکس ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں عربی کے ایسے جملے اور تراکیب استعمال کرتے ہیں جن کو عام قاری نہ سمجھ سکے اور وہ خود ایک بڑے عربی دان نظر

آئیں" (ص۳۹۵)۔ "یہ وہ وعظ ہے جو صرف ڈاکٹر اسرار صاحب اپنی بیعت سمع و طاعت کے آرام دہ گنبد میں بیٹھ کر دے سکتے ہیں" (۳۹۶)۔ "نہ معلوم کس احمق نے ڈاکٹر اسرار صاحب ایم بی بی ایس کے کان میں ڈال دیا ہے کہ وہ فتویٰ دینے کے اہل ہیں"۔ "ڈاکٹر اسرار صاحب کے لایعنی فتوے" (ص۲۴۲)۔ یہ اقتباسات تو "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ "ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے"!

رضوان صاحب کے اس "علمی رویے" کے تتبع میں "چند کلیاں" ان کی کتاب سے بھی چُنی جا سکتی ہیں۔ مثلاً اپنے "مغضوبین" کی لسانی اور املائی فروگزاشتوں پر جیسی "عبرتناک" گرفت رضوان صاحب فرماتے ہیں اس کے پیش نظر وہ یہ فرمائیں کہ "برسہا برس" (ص۳۹۹) "حیرانگی" (ص۴۹۶) "گھمری و علمی" (ص۲۶۳) اور "تقریباً" (ص۹) لکھنا کیسا ہے؟ اسی طرح ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ "بعض اہل علم کا تو یہ خیال ہے کہ لاہور غزنوی عہد میں آباد ہوا۔ ایسے لوگوں میں سلیم اللہ صاحب پروفیسر اورینٹل کالج منصورہ شامل ہیں" (ص۴۴)۔ رضوان صاحب بار دگر غور فرمائیں کہ کیا پروفیسر صاحب کا نام اور کالج کا نام درست لکھا گیا ہے؟ ایک ور جگہ رضوان صاحب لکھتے ہیں کہ...... "ایک زبان زد عام فارسی رباعی "شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین" دراصل ایک ایرانی شیعی شاعر معین الدین کاشفی ہروی کی ہے اور اہل تحقیق اس سے باخبر ہیں" (ص۲۸۵)۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ قارئین کتاب کو (جن میں اکثریت "نااہلِ تحقیق" کی ہے) اس تحقیق سے باحوالہ، باخبر نہ کرنے میں کیا حکمت و مصلحت کارفرما ہے؟ رضوان صاحب نے غزوۂ حنین کے موقع پر حضور علیہ السلام کے ہاتھوں مالِ غنیمت کی تقسیم کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ "جمہوری سیاست کا مظہر ہے" (ص۱۳۱)۔ کیا یہ شان رسالت میں گستاخی اور جسارت نہیں؟ نبی علیہ السلام "شورائی سیاست" کے علم بردار تھے۔ جمہوریت جیسا مشرکانہ اور کافرانہ نظام ہو یا اشتراکیت اور سوشل ازم جیسا ملحدانہ اور ظالمانہ نظام، اسلام میں ان کی پیوندکاری ...... چہ معنیٰ دارد؟ انقلاب ایران کے بارے میں رضوان صاحب کے الفاظ ہیں کہ "ایران سے ابھرنے والی کامیاب اسلامی تحریک (شیعیت سے قطع نظر)" (ص۸۳)۔ رضوان صاحب فرمائیں کہ کیا ان کے استاذ معظم مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ بھی انقلاب ایران کے بارے میں یہی رائے رکھتے تھے؟ اور کیا واقعی اس انقلاب کو اتنی سہولت سے، شیعیت سے قطع نظر کرتے ہوئے، اسلامی تحریک قرار دیا جا سکتا ہے؟

رضوان صاحب کی کتاب پر مفصل تنقید کا یہ محل نہیں ہے۔ اور یوں بھی "دارالکتاب" (لاہور) سے یہ کتاب ہمیں فوری تبصرہ کی فرمائش کے ساتھ بھجوائی گئی ہے۔ کتاب میں شامل ایک خاص مضمون کی بابت ہمارا تأثر ابتدائی سطور میں ہی آپ پڑھ چکے ہیں۔ ہمیں مصنف کے طرزِ فکر اور طرزِ استدلال سے، اور بھی کئی مقامات پر اختلاف ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مصنف کی تحریروں سے ایک خاص ذوقِ تحقیق اور وسعتِ مطالعہ ضرور جھلکتی ہے۔ کتاب میں شامل مقالات میں سے بعض کے عناوین کچھ یوں ہیں: بوسنیا، ماضی

وحال، ایک تاریخی و سیاسی جائزہ/ چیچنیا، ماضی و حال، تاریخ کے آئینہ میں/ لاہور- قدیم عربی اور فارسی ماخذ میں/ کراچی کی تاریخی حیثیت - ایک نیا انکشاف/ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کا سیاسی پہلو/ طبری پر شیعیت کا الزام- تجزیہ و تردید/ امام شافعی کی ابتدائی زندگی- حقائق و اوہام/ سید عبداللہ شاہ غازی اور تاریخ/ گجرات کے بزرگ شاہ دولہ اور تاریخ/ امام ابن تیمیہ اور سلطان محمد تغلق/ نبی اکرم کی کفالت کس نے کی؟/ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی قبور اور مولانا تقی عثمانی/ سیدنا عثمانؓ کا قرآن کہاں ہے؟/ اسلام کا نظام معیشت اور زکوٰۃ - ایک تنقیدی جائزہ/ مصر کے ڈاکٹر طہٰ حسین مرحوم سے ایک ملاقات/ ڈاکٹر محمد حمید اللہ - نقوش و تاثرات/ ماہر القادری - نقوش و تاثرات-

کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے درست لکھا ہے کہ "اہل علم کو اس مجموعہ میں بعض نادر چیزوں کے پڑھنے کا موقع ملے گا- مثلاً مطہر بن طاہر کی کتاب "البدء والتاریخ" سے منقول تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بشارتیں، اصل عبرانی تورات سے، عبرانی الفاظ میں- یا عباسی خلیفہ المتوکل (وفات ۲۴۷ھ) کے ہاتھ پر اسلام لانے والے ایک مشہور یہودی طبیب و عالم علی بن ربن الطبری کی کتاب "الدین والدولۃ" کا تعارف، جس میں اس نے اسلام اور یہودیت و عیسائیت کا تقابلی مطالعہ کرکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کو اجاگر کیا ہے"- ان دو مقالات کے علاوہ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ کی کتاب "خطبات حرم" کا تنقیدی جائزہ، کتاب "نفحۃ العرب" کا تنقیدی جائزہ، نور محمدی اور حدیث جابرؓ ......ایک تحقیقی جائزہ- بھی ایسے مقالات ہیں، جن میں مصنف کی محنت داد طلب ہے-

کتاب کی قیمت ۲۵۰ روپے اور کتابت و طباعت بہت معیاری ہے- اسے ادارہ علم و فن کراچی نے شائع کیا ہے جبکہ دار الکتاب (عزیز مارکیٹ، اردو بازار) لاہور، اس کا تقسیم کار ادارہ ہے-

نرخنامہ
اشتہارات
نقیب ختم نبوت

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ——— =/۲۰۰۰ روپے
ٹائیٹل کا دوسرا اور تیسرا صفحہ ——— =/۱۰۰۰ روپے
عام صفحہ (سالم) ——— =/۶۰۰ روپے
عام صفحہ (۱/۲) ——— =/۳۰۰ روپے
عام صفحہ (۱/۴) ——— =/۲۰۰ روپے

مستقل معاونین کے لئے
خصوصی رعایت

سرکولیشن منیجر ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان